

اعضا کی پیوند کاری

ایک مذکرہ

ہر زمانہ اپنے ساتھ نئے مسائل لاتا ہے۔ ہمارے زمانہ میں اتنی تیزی کے ساتھ اتنے بڑے پیمانہ پر اتنی بڑی بڑی اور دور رس تبدیلیاں آرہی ہیں کہ روز نئے نئے مسائل پیدا ہو رہے ہیں جو قرآن و سنت کی روشنی میں تشفی بخش حل کے طالب ہیں۔ اس مقصد کے لیے ضروری ہے کہ علمائے دین قرآن و سنت کو مدار بنا کر اور سلف صالحین کی پیش ہما خدمات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان گونا گوں پیچیدہ مسائل کے حل کے لئے اجتماعی اجتہاد کی راہ اختیار کریں۔ بحث اور مذاکرہ میں اختلاف رائے ہمیشہ ہوا ہے اور آج بھی ہو گا۔ لیکن اجتہاد کے علاوہ زمانہ کے تقاضوں کی حقیقی تکمیل اور پیش آمدہ مسائل کا صحیح حل ممکن نہیں۔ ہمیں خوشی ہے کہ بھارت میں ہر مسلک و فکر کے علما اپریل ۱۹۸۹ء سے جدید مسائل پر بحث و نظر کے لیے فقہی سیمینار منعقد کر رہے ہیں۔ ہم پہلے سیمینار (منعقدہ ۲۰ اپریل ۱۹۸۹ء بمقام دہلی) کی روداد میں سے ”اعضا کی پیوند کاری“ کے مسئلہ پر دو مقالات پیش کر رہے ہیں۔ مسئلہ اہم ہے، اگرچہ تہذیب نو کی تشکیل میں بنیادی اہمیت کا حامل نہیں، لیکن اختلاف اور استدلال کے طریقوں سے قارئین کے علم و فہم میں یقیناً قیمتی اضافہ ہو گا۔ (مدیر)

(۱)

مفتی محمد ظفر الدین

مفتی دارالعلوم دیوبند

زمانہ بڑی تیزی کے ساتھ رُو بہ ترقی ہے، نئی ایجادوں نے انسانوں کو متحیر کر رکھا ہے، کل تک جس چیز کا تصور بھی مشکل تھا وہ حقیقت بن کر سامنے آرہی ہے۔ جدید تحقیقات و انکشافات سے آنکھیں بند کرنا بھی ممکن نہیں، اور ان سے کام نہ لینا بھی ناشکری ہوگی۔ البتہ یہ دیکھنا اور سمجھنا ہم مسلمانوں کے فرائض میں داخل ہے کہ جن چیزوں سے جس طرح کام لیا جاسکتا ہے، وہ کتاب و

سنت کے خلاف تو نہیں ہے 'یا عہد صحابہ اور بعد کے ائمہ نے جو اصول و قواعد متعین کیے ہیں اس سے ٹکراتا تو نہیں ہے۔

نئی ایجادات سے اگر کتاب و سنت اور اقوال صحابہ کے دائرے میں رہ کر فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہے تو ہمیں اس سے ضرور فائدہ اٹھانے کی جدوجہد کرنا چاہیے۔ مثال کے طور پر 'ٹیلی ویژن آج لوہو لعب میں استعمال ہوتا ہے' ہم اس کے لگانے اور دیکھنے کے ناجائز ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں۔ لیکن کل اگر اس کا استعمال کتاب و سنت کے دائرے میں رہ کر ہو سکتا ہے۔۔۔ مثلاً حدیث کا درس دیا جانے لگے 'تفسیر بیان کی جائے اور وعظ و نصائح کے کام لیے جائیں۔۔۔ تو جائز ہونے کا فتویٰ دینا ہو گا۔ ریڈیو سے خبریں اور تفسیر سننے کو جائز کہتے ہیں 'اور محرب اخلاق انسانے اور گانے سننے کو حرام لکھتے ہیں۔

یہی صورت حال اعضا کی پیوند کاری کی ہے۔ ناجائز چیز لگائی جائے تو اس کی اجازت شریعت نہیں دے گی۔ لیکن اگر جائز اشیا سے اعضا کی پیوند کاری کا کام لیا جائے تو پھر اسے ناجائز لکھنے اور کہنے کی کوئی وجہ نہیں۔ ایک صحابی کی ٹاک کٹ گئی تھی۔ انھوں نے چاندی کی ٹاک بنوا کر لگائی مگر وہ بھی اس نہ آئی 'تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے سونے کی ٹاک بنوا کر لگائی 'حالانکہ سونے کا استعمال مردوں کے لیے حرام قرار دیا گیا ہے (مشکوٰۃ باب القاتم)۔

ہم عام طور پر مصنوعی دانت بنوا کر خود بھی لگاتے ہیں اور دوسرے مسلمانوں کو بھی اس کی اجازت دیتے ہیں 'جو پاک مسالوں سے تیار ہوتے ہیں۔ اب تو معلوم ہوا ہے کہ انسانی جسم کے تقریباً تمام کارآمد اعضا مصنوعی بننے شروع ہو گئے ہیں 'اور انھیں ہم استعمال کرتے ہیں۔

ترمذی شریف میں سونے کے تاروں سے دانتوں کے باندھنے کا ذکر کیا گیا ہے اور لکھا ہے: کئی اہل علم سے روایت ہے کہ انھوں نے دانت سونے سے باندھے۔ فقہ و فتاویٰ کی کتابوں میں مختلف مواقع میں سونے چاندی کے استعمال کی اجازت دی گئی ہے 'اور بہت سارے مواقع میں اس کے استعمال سے روکا گیا ہے۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلی دو سوری صدی ہجری میں ہی یہ سارے مسائل سامنے آچکے تھے 'اور امام ابو حنیفہؒ اور آپ کے تلامذہ بحث و مباحث کے بعد اپنی آرا لکھ چکے تھے۔

عالمگیری میں صریحاً جزیئہ ہے: امام محمد کہتے ہیں کہ ہڈیوں سے علاج کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ ہڈی بکری 'گائے' اونٹ 'گھوڑا یا ان کے علاوہ دیگر جانوروں کی ہو 'سوائے خنزیر اور آدمی کی ہڈی کے۔ ان سے علاج مکروہ (تحریمی) ہے 'البتہ اس کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ مذکورہ جانور کی ہڈی

ہو۔ جبکہ حیوان شرعی طریقہ سے ذبح کیا ہوا ہو، اس لیے کہ وہ ہڈی پاک ہے۔ ترہو یا خشک، اس سے انتفاع جائز ہے۔

آگے ہے۔ حیوان مردار ہو تو اس کی ہڈی سے انتفاع جائز ہے اگر وہ خشک ہو، اور جائز نہیں اگر وہ تر ہو۔

شامی نے امام کرخی کا قول نقل کیا ہے: اگر کسی شخص کے سامنے کے دانت جھڑ جائیں تو وہ مذہب بکری کے دانت اس کی جگہ لگالے۔

معلوم ہوا جس طرح پاک مصنوعی اعضا کا استعمال شرعاً جائز ہے، مذہب بکری کے جانوروں کے اعضا کا استعمال بھی کیا جاسکتا ہے۔ شرعاً اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

زندہ جانوروں کا کوئی حصہ البتہ کاٹ کر اعضا کی پیوند کاری میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے کہ وہ مردار کے حکم میں ہے۔ حدیث نبویؐ ہے: ”زندہ جانور سے جو کاٹ لیا جائے، وہ مردار ہے (تو بھلے)۔“

بحث جو کچھ ہے وہ ایک انسان کے کسی عضو کا دوسرے انسان میں استعمال کرنے سے متعلق ہے۔ جہاں تک مسئلہ ہے خود اپنے کسی حصہ جسم کا دوسرے حصہ میں استعمال کرنے کا، اس میں کوئی اشکال نہیں ہوتا۔ جیسا کہ درمختار کا جزیئہ ہے: ”زندہ سے الگ ہونے والا جسم کا حصہ مردار ہوتا ہے مگر اس عضو والے کے حق میں نہیں۔“

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود اپنے جسم میں مضائقہ نہیں ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اس طرح انسان صحت مند ہو جاتا ہے اور اس میں نہ کوئی عیب پیدا ہوتا ہے اور نہ پھر کسی خریداری کی بات سامنے آتی ہے۔

ایک جسم کے خون کا استعمال دوسرے جسم میں جائز نہ کیا گیا ہے اور اس کا فتویٰ بھی دیا جاتا ہے۔ اس کو اس جزیئہ سے لیا گیا ہے جس کے متعلق صراحت ہے: ”بہر کے لیے خون اور پیشاب پینا جائز ہے۔“ اگر مسلمان طیب کہے کہ یہ شفا کے لیے ضروری ہے اور کوئی دوسری متبادل مہلج دوا موجود نہیں۔ اگر طیب کہے کہ اس سے جلد شفا ہو جائے گی، تو اس بارے میں دو رائے ہیں: عالمگیری، حالانکہ خون بھی حرام اور پیشاب بھی۔ پیشاب کی حرمت ظاہر ہے، ساری کتابوں میں اس کی صراحت ہے۔ مگر مجبور ہی میں مسلمان طیب جب یہ کہے کہ اس سے دوا دوسری دوائیں ہیں تو مجبور ہی میں شرعاً اجازت ہوگی۔ یہاں اپنے خون یا پیشاب کی صراحت نہیں ہے۔ دونوں میں مردار ہوتا ہے، جس طرح فقہانے عورت کے ہوا کو بطور دوا استعمال کی اجازت دی ہے، اس میں کوئی حرج نہیں

کہ مرد عورت کا دودھ بطور دوا پسے (عالمگیری)۔

اوپر عرض کیا جا چکا ہے کہ خنزیر کا تمام حصہ نجس عین ہے، اس لیے جائز نہیں۔ اور انسان کا بوجہ احترام آدمیت ناجائز قرار دیا گیا ہے۔

فتہ و فتاویٰ کی کتابوں میں انسانی اجزا کی خرید و فروخت کو انسانی عظمت کے پیش نظر عام طور پر ناجائز و حرام قرار دیا گیا ہے، خواہ وہ زندہ انسان کا حصہ ہو یا مرنے والے کا۔ انسان اپنی موت کے بعد بھی ویسا ہی قابل احترام ہے جس طرح اپنی زندگی میں تھا۔ پس جس طرح زندہ انسان کے جزے کرنا دوا کرنا جائز نہیں ہے، ایسے ہی مردہ کی ہڈی سے علاج جائز نہیں ہے (شرح المسیر المکیہ)۔

مضطر جس کے لیے مردار تک کھانے کی محضہ میں اجازت دی گئی ہے، اس شخص کے متعلق فقہاء کہتے ہیں۔ کوئی مضطر اگر مینہ نہ پائے، اور اسے اپنی بابت نفس کا خوف ہو، ایسی حالت میں اگر کوئی شخص اس سے کہے کہ میرے ہاتھ کاٹ دے، کھالو، یا یہ کہے کہ ایک حصہ کاٹ کر کھالو، تو مضطر کے لیے ایسا کرنا جائز نہیں ہے، گا، اور نہ یہ حکم دینا صحیح ہو گا، اور نہ مضطر کے لیے یہ درست ہو گا کہ وہ اپنے ہی جسم کا کوئی حصہ کاٹ کر کھالے (عالمگیری)۔

فقہانے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کسی کو دھمکی دی جائے کہ فلاں کو قتل کر دو ورنہ تم کو قتل کر دیا جائے گا، تو کیا اس کے لیے جائز ہو گا کہ اس کو قتل کر ڈالے اور اپنی جان بچالے؟ فقہاء کہتے ہیں، ایسا کرنا جائز نہ ہو گا۔ اس سلسلہ میں فقہاء کے پیش نظر کتاب و سنت کی یہ تصریحات ہیں: ہم نے بنی آدم کو مکرم بنایا (بنی اسرائیل)۔ مردہ کی ہڈی توڑنا ایسا ہی ہے جیسے زندہ کی ہڈی توڑنا (موطا)۔ مومن کو مردہ حالت میں ایذا دینا اس کی زندگی میں ایذا دینے کی طرح ہے (مصنف ابن ابی شیبہ کتاب الجنائز)۔ ایک بڑی وجہ اس سلسلہ میں یہ بھی ہے کہ انسانی اعضا جو اس کے پاس بطور امانت ہیں، اس کو حکم الہی کے خلاف ناجائز میں استعمال کی جرات کر رہا ہے۔ اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ اس کے جواز کے فتویٰ کے بعد انسانی عظمت خاک میں مل کر رہ جائے گی، اور انسانی اعضا کی بیع و شرا شروع ہو جائے گی۔ خود انسان بھی پیٹ بھرنے، بچوں کے فائدہ اور شراب وغیرہ کی لت کی وجہ سے اپنے اعضا فروخت کرنا شروع کر دے گا۔

دوسری طرف آخرت پر جن کا عقیدہ نہیں ہے، یا ہے مگر روپے کی خاطر سارے ناجائز کو اپنے لیے جائز کر لیتے ہیں، وہ انسانوں کا اغوا کر کے اعضا انسانی کی تجارت شروع کر دیں گے، اور حکومت وقت کا کوئی قانون اس کو بچا نہیں سکے گا، خواہ وہ قانون کتنا ہی سخت اور مضبوط کیوں نہ ہو۔ غریب اور کمزور انسان کا جینا مشکل ہو جائے گا اور سرمایہ دار اور قوی گھرانے غریبوں اور کمزوروں پر حرص

حیات تنگ کر دیں گے۔ پہلے زمانہ میں غلامی کے مسئلہ پر اعتراض کیا کرتے تھے۔ یہ مسئلہ غلامی سے بھی بدتر ہو جائے گا اور انسان صحیح معنی میں انسان باقی نہ رہ جائے گا۔

جو حضرات ایک انسان کے اعضا کی دوسرے انسان میں بیوند کاری کو جائز کہتے ہیں، وہ کتاب و سنت اور فقہ و فتاویٰ کی کھلی مخالفت کرتے ہیں۔ یہ کہنا کہ حکم، عمل پر نہیں ارادہ اور نیت پر ہوتا ہے، میرے نزدیک قطعاً صحیح نہیں۔ اس طرح کے مسائل کا حکم ظاہر ہوتا ہے، ارادہ و نیت پر نہیں ہوتا کہ یہ دیکھنے کی چیز نہیں۔ یہ کیسی دانشمندی ہوگی کہ ایک انسان کی صحت یابی کے لیے دوسرے کی صحت سے کھینچا جائے اور مستقبل میں اس کو بیماری کا لقمہ تر بنایا جائے۔ امور آخرت میں یا ملن کو دیکھا جاسکتا ہے اور دیکھا جاتا ہے، لیکن امہ دنیا میں ظاہر ہی پر حکم لگایا جائے گا۔

آدم علیہ السلام سے اب تک دنیا پر ہزاروں سال گزر چکے، انسان اپنی ضرورتیں پوری کرتا رہا، اس ظلم اور جور و تعدی کا تصور تک انسانی ذہن میں نہیں آیا، یہ ظلم خواہ اپنے اوپر ہو یا غیر کے اوپر۔ ایک شخص تو تکلیف میں ہے ہی، دوسرے کو بھی تکلیف میں بھی مبتلا کرنے کا راستہ کھولا جا رہا ہے۔

یہ کہنا کہ عورت کے پیٹ کو چاک کرنے کی فقہانے بعض اوقات اجازت دی ہے، تشریح یہ ہے کہ جب تک بچہ عورت کے پیٹ میں ہے، زندہ یا مردہ، اس کا جزو بدن ہے، علیحدہ نہیں، دونوں ایک کے حکم میں ہیں، الگ الگ نہیں۔ لہذا اس مسئلہ خاص کو اس پر قیاس کرنا قطعاً صحیح نہیں ہے۔ پوست مارنم کوئی شرعی مسئلہ نہیں ہے کہ درمیان میں اس کو لا کر غلط فہمی پیدا کی جائے اور اس پر قیاس کیا جائے۔

اس کو ایثار کا نام دینا بھی نفس کا کھلا فریب ہے۔ راحت سے محروم کے لیے زندہ اور مردہ انسان کے اعضا کا بخشنا تو ایثار ہے، مگر کیا محروم راحت، شخص پر یہ فرض نہیں ہے کہ وہ زندہ اور مردہ انسان پر رحم کھائے اور اس کے احترام، آدمیت کی لاج رکھے۔ یہ یک طرفہ فیصلہ حیرت انگیز ہے۔

جن فقہانے ایک مضطر کو زندہ انسان کے گوشت کھانے یا مردہ انسان کے کھانے کی اجازت دی ہے، ان کی یہ ہمدردی ہرگز قابل توجہ نہیں ہے۔ ان کی یہ ہمدردی یک طرفہ ہے۔ انسانیت کے احترام کا تقاضا یہ تھا کہ سب پر نظر رکھی جاتی۔ کسی زندہ و صحت مند کو دوسرے بیمار زندہ کا لقمہ تر بنانا یا احترام انسانیت پر قلم پھیر دینا ہرگز مناسب نہیں۔

جس حکومت کا قانون خون ریزی، آتش زنی اور لوٹ مار کو بند نہیں کر سکتا، اس کے قانون سے اس کی توقع رکھنا کہ اجازت کا بے جا استعمال نہ ہو گا عقل میں آنے کی بات نہیں۔ وہ منظر کس قدر بھیانک ہو گا کہ ادھر مرنے والے کی روح نے پرواز کیا، اور وہیں ہاتھوں ہاتھ پہلے سے تیار، اکثر اس

مردہ کی آنکھیں نکالیں گے ' پیٹ چاک کر کے گردے یا ہر کر دیں گے ' اور بہت سے کمزور و غریب کے جسم کے محض اہونے کا انتظار کیے بغیر اپنے آلات کا استعمال شروع کر دیں گے۔
ان لوگوں کی عقل و فہم پر حیرت ہے جو اعضا کے عطیہ اور ہیہ کو پال کئے ' ختم کرنے یا زخم یا آپریشن کے چیرھاڑ پر قیاس کرتے ہیں۔ اس باب میں علما احناف کے فہم و فراست کی داد دینی پڑتی ہے کہ انہوں نے ہر ہر قدم پر نصوص اور انسانی احترام کو ملحوظ رکھا ہے۔

(۲)

خالد سیف اللہ رحمانی

صدر مدرس دارالعلوم میل الاسلام، حیدر آباد

۱۔ انسانی جسم میں ازر او عدا ج، ہتھکڑیاں یا انسان کے علاوہ دوسرے حیوانات کے اعضا کی پیوند کاری کے جواز میں کوئی کلام نہیں۔

اس میں گواہی ہے کہ انسان خود اپنے جسم کے حصہ کی دوبارہ اپنے جسم میں پیوند کاری کر سکتا ہے یا نہیں؟ طرفین اس کو جائز نہیں سمجھتے اس لیے کہ جسم کا جو حصہ جسم سے کٹ گیا ہے اب اس کو دفن کیا جانا واجب ہے۔ اس کے دوبارہ استعمال میں اس سے انحراف پایا جاتا ہے۔ "پس جب کہ کوئی جز بدن سے جدا ہو گیا تو وہ مستحق دفن ہو گیا جیسے کل بدن اور اس جز کو دوبارہ استعمال کرنا اس کو اس کے استحقاق سے روکتا ہے"۔ امام ابو یوسف کے نزدیک یہ جائز ہے کیوں کہ انسان کا خود اپنے جز سے انقاع از قبیل اہانت نہیں ہے۔ "اپنے جز کے استعمال میں اس کی توہین نہیں ہے" (بدائع الصنائع ۵/۱۲۲)۔

لیکن اس باب میں بھی فتویٰ ابو یوسف ہی کی رائے پر ہے ' اور عام طور پر فقہانے اس کو جائز ہی رکھا ہے۔

۲۔ اصل مسئلہ ایک انسان کے اعضا کی دوسرے انسان کے جسم میں پیوند کاری کا ہے۔ جن حضرات نے اعضا کی پیوند کاری کو ضرورتاً جائز قرار دیا ہے ان کے پیش نظر وہ فقہی قواعد ہیں جن کے مطابق "ضرورت" کی وجہ سے ناجائز چیزیں جائز قرار پاتی ہیں (الضرورات تبیح المحذورات)۔ یا مشقت پیدا ہو جائے تو سیرہ آسانی کی راہ اختیار کی جاتی ہے (المشقة تجلب التيسير)۔ اور اس سلسلہ میں پیش نظر قرآن مجید کی وہ آیات ہیں جن میں جان بچانے کے لیے حالت انظرار میں حرام چیزوں کے کھانے یا حالت اکراہ میں کلمہ کفر زبان سے ادا کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔